© rasailojaraid.com

عقیدۂ ختمِ نبوت کے چند عمرانی پہلو

عبد الحمید

اسلامی تصورِ حیات میں توحید کے بعد سب سے بڑی اہمیت عقیدۂ ختمِ نبوت کو حاصل ہے بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہی وہ اصل بنیاد ہے جس کی وجہ سے اسلام دوسرے الہامی مذاہب سے ممیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی گذشتہ پیغام کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ اس کی تکمیل ہو چکی ہے، اور اس کی حفاظت کا میں ذمہ دار ہوں سو دنیا کے تمام وہ صحائف جو گم ہو چکے ہیں، ان کا گم ہو جانا ہی ان کے وقتی اور عارضی ہونے کی ایک بیّن دلیل ہے اور جو موجود ہیں ان کی ایک ایک آیت تلاش کیجیے، آپ کہیں بھی ان میں اپنی تکمیل اور حفاظت کے وعدہ کے متعلق ایک خفیف سے خفیف اشارہ تک نہ پائیں گے بلکہ اس کے برعکس ایک آنے والے نبی کی عالمگیر اور دائمی تعلیم، اور اس تعلیم کے عملی نمونہ کے متعلق آپ کو جا بجا تصریحات ملیں گی۔ مثال کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں:

"خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اس کی سننا۔ یہ تیری اس درخواست کے مطابق ہوگا جو تو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن حورب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سننی پڑے اور نہ ایسی بڑی آگ ہی کا نظارہ ہو تا کہ میں مر نہ جاؤں"۔ (استثنا ۱۸: ۱۵، ۱۶)

"اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں میں ان کے لیے ان کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے تو میں ان کا حساب اس سے لونگا (۱۸: ۱۸، ۱۹)

"اور مردِ خدا موسیٰ نے جو دعائے خیر دے کر اپنی وفات سے پہلے بنی اسرائیل کو برکت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دی وہ یہ ہے۔ اور اس نے کہا

خداوند سینا سے آیا

اور شعیر سے ان پر آشکارا ہوا۔

وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا

اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا

اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لیے آتشیں شریعت ہوگی (استثناء ۳۳-۲)

توراۃ ان مذکورہ بالا آیتوں میں صاف طور پر بتا رہی ہے کہ ایک اور نبی موسیٰ علیہ السلام کے مثل اس دنیا میں تشریف لانے والے ہیں جو اپنے ساتھ ایک اور آتشیں شریعت بھی لائیں گے اور ان کے منہ میں خدا اپنا کلام بھی ڈالے گا۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ حضرت موسیٰ کا پیغام آخری نہیں ہے اور اس لحاظ سے ان کا نمونہ بھی دائمی نہیں۔

اس کے بعد یسعیاہ نبی ایک اور رسول کی خوشخبری سناتے ہیں:۔

"اے صیون کو خوشخبری سنانے والی اونچے پہاڑ پر چڑھ جا اور اے یروشلم کو بشارت دینے والی زور سے اپنی آواز بلند کر خوب پکار اور مت ڈر۔ یہوداہ کی بستیوں سے کہہ دیکھو اپنا خدا دیکھو خداوند خدا بڑی قدرت کے ساتھ آئے گا اور اس کا بازو اس کے لیے سلطنت کریگا۔ دیکھو اس کا صلہ اس کے ساتھ ہے اور اس کا اجر اس کے سامنے۔ وہ چوپان کی مانند اپنا گلہ چرائے گا۔ وہ بروں کو اپنے بازوؤں میں جمع کرے گا اور اپنی بغل میں لے کر چلے گا اور ان کو جو دودھ پلاتی ہیں آہستہ آہستہ لے جائیگا"

(یسعیاہ ۔ ۴۰ ۔ ۹، ۱۰، ۱۱)

انبیائے بنی اسرائیل کے دیگر صحائف اور زبور میں بھی آئندہ آنے والوں کی بشارتیں ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ان میں سے کسی بھی نبی کا پیغام اور اس کی اپنی زندگی بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے صاحب الاطاعت نہیں۔ انجیل کو دیکھیے وہ اعلان کرتی ہے:۔

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو مجھ پر ایمان رکھتا ہے یہ کام جو میں کرتا ہوں وہ بھی کرے گا بلکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان سے بڑے کام کرے گا۔ کیونکہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور جو کچھ تم میرے نام سے چاہو گے
میں وہی کروں گا۔ اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے اور میں باپ سے درخواست
کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔" (یوحنا ۱۴ : ۱۲-۱۶)

"میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں۔ لیکن مددگار یعنی روح القدس جسے باپ
میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب
تمہیں یاد دلائے گا۔ میں تمہیں اطمینان دیئے جاتا ہوں۔ اپنا اطمینان تمہیں دیتا ہوں۔ جس طرح
دنیا دیتی ہے میں تمہیں اس طرح نہیں دیتا۔ تمہارا دل نہ گھبرائے اور نہ ڈرے" (یوحنا ۱۴ : ۲۶)

"لیکن میں نے یہ باتیں اس لیے تم سے کہیں کہ جب ان کا وقت آئے تو تم کو یاد آجائے
کہ میں نے تم سے کہہ دیا تھا اور میں نے شروع میں تم سے یہ باتیں اس لیے نہ کہیں کہ میں تمہارے
ساتھ تھا۔ مگر اب میں اپنے بھیجنے والے کے پاس جاتا ہوں اور تم میں سے کوئی مجھ سے نہیں پوچھتا
کہ تو کہاں جاتا ہے۔ بلکہ اس لیے کہ میں نے یہ باتیں تم سے کہیں۔ تمہارا دل غم سے بھر گیا۔ لیکن
میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار
تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ اور وہ آکر دنیا کو گناہ
اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا۔ گناہ کے بارے میں اس لیے
کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے۔ راستبازی کے بارے میں اس لیے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور
تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت کے بارے میں اس لیے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا ہے۔
مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب
وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ
کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہیگا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا (یوحنا ۱۶ : ۲-۱۵)

ان آیات میں انجیل نے صاف اعلان کیا ہے کہ خود انجیل خدا کا آخری کلام نہیں اور اس وجہ سے
اس کا پیش کرنے والا بھی وہ آخری انسان نہیں جس کا ہر فعل اور قول قیامت تک لوگوں کے لیے نجات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی آخری اور واحد سند ہو۔ مسیح علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ایک اور آئے گا جو اس کے پیغام کی تکمیل کریگا مگر محمد رسول اللہ کا پیغام اپنے بعد کسی اور آنے والے کا پیغام نہیں دیتا۔ خداوند تعالیٰ نے جس طرح دین کے متعلق اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے) ارشاد فرمایا ہے بالکل اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی کہا ہے :۔

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔ (احزاب ۵)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور نبیوں (کے سلسلے) کو ختم کرنے والے ہیں۔

حضور سرور دو عالم نے اسی مضمون کی کئی طریقوں سے صراحت فرمائی ہے۔ مثال کے طور پر ہم یہاں چند احادیث نقل کرتے ہیں :۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانت بنو اسرائیل تسوسہم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی وسیکون خلفاء (بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کا حال یہ تھا کہ ان کی قیادت انبیا کیا کرتے تھے جب کوئی نبی مر جاتا تو دوسرا نبی اس کی جانشینی کرتا مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے بلکہ خلفا ہوں گے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا فاحسنہ واجملہ الا موضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس یطوفون بہ ویعجبون لہ ویقولون ھلا وضعت ھذہ اللبنۃ قال فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور مجھ سے پہلے گذرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک عمارت بنائی اور خوب حسین و جمیل بنائی مگر ایک کونہ میں اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے اور اس کی خوبی پر اظہار حیرت کرتے تھے، مگر کہتے تھے کہ اس اینٹ کی جگہ پر کیوں نہ کر دی گئی اور وہ اینٹ میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

عن عبد الرحمٰن بن جُبیر قال سمعت عبد اللہ بن عمرو یقول خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوماً کالمودّع فقال "انا محمد النبی الامی ثلاثا ولا نبی بعدی۔

(مسند احمد)

عبد الرحمٰن بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرو کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان سے نکل کر ہمارے سامنے تشریف لائے اور اس انداز سے کہ گویا آپ ہم سے رخصت ہو رہے ہیں یہ فرمایا "میں محمد نبی امی ہوں (تین بار یہ فقرہ آپ نے دہرایا) اور میرے بعد کوئی نبی نہیں"۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نبی بعدی ولا امۃ بعد امتی۔ (بیہقی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری امت کے بعد کوئی امت (یعنی کسی نبی کی امت) نہیں۔

یہ عقیدہ اسلام میں اس قدر بنیادی اہمیت رکھتا ہے کہ علماء امت نے کسی مدعی نبوت سے دلیلِ نبوت کے مطالبہ کو بھی کفر سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کے زمانے میں ایک مدعی نبوت نے جب نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ مجھے موقع دو کہ میں اپنی نبوت کے دلائل پیش کر سکوں تو اس پر فلسفۂ تشریعِ اسلام کے اس رمز شناس نے یہ قانونی حکم (RULING) دیا:

من طلب منہ علامۃ فقد کفر لقولہ علیہ السلام لا نبی بعدی

جو شخص اس سے کسی علامت کا مطالبہ کریگا وہ بھی کافر ہو جائے گا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اسی طرح حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے اس کی اہمیت کا یوں اظہار کیا ہے:-

ان الامۃ فھمت بالاجماع من ھذا اللفظ انہ افھم عدم نبی بعدہ ابدا وعدم رسول بعدہ ابداً وانہ لیس فیہ تاویل ولا

امت نے اس لفظ (لا نبی بعدی) سے یہ سمجھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتا دیا ہے کہ آپ کے بعد کبھی نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ رسول۔ اور یہ کہ اس میں کسی تاویل کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تخصیص ومن اوله تخصیص فکلامه من انواع الهذیان لا یمنع الحکم بتکفیره لانه مکذب لهذا النص الذی اجمعت الامة علی انه غیر مأول ولا مخصوص

تخصیص کی گنجائش نہیں ہے۔ جو شخص اس کی تاویل کرکے اسے کسی خاص معنی کے ساتھ مخصوص کرے اس کا کلام ہذیان ہے اور یہ تاویل اس پر تکفیر کا حکم لگانے میں مانع نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اس نص کو جھٹلا رہا ہے جس کے متعلق تمام امت کا اجماع ہے کہ اس کی تاویل و تخصیص نہیں کی جا سکتی۔

یہ سب تصریحات اس حقیقت کو ثابت کرتی ہیں کہ سلطانِ کائنات کی طرف سے روئے زمین پر بسنے والے انسانوں کو جس آخری نبی کے ذریعہ سے مستند ہدایت نامہ اور ضابطۂ قانون بھیجا گیا اور جس کو اس ضابطہ کے مطابق کام کرکے ایک مکمل نمونہ قائم کر دینے پر مامور کیا گیا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔ چنانچہ قرآن ارشاد فرماتا ہے:۔

قل یایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا الذی له ملک السموات والارض لا اله الا هو یحیی و یمیت۔ فامنوا بالله و رسوله النبی الامی الذی یؤمن بالله وکلمته واتبعوه لعلکم تهتدون ۔

کہہ دے اے بنی نوع انسان! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے۔ جس کے سوا کوئی خدا نہیں جو مارنے اور جلانے والا ہے۔ پس ایمان لاؤ خدا پر اور اس کے رسول نبی امی پر جو اللہ اور اس کے فرامین پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو۔ امید ہے تم راہ راست پاؤ

وما ارسلنك الا كافة للناس بشيرا و نذيرا ولكن اكثر الناس لا يعلمون

(السبا-۳)

اے محمد! ہم نے تمہیں تمام انسانوں کے لیے ڈرانے والا اور بشارت دینے والا بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

وارسلنك للناس رسولا وكفى بالله شهيدا (النساء-۱)

(اے محمد) ہم نے تمہیں لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اس پر خدا کی گواہی کافی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معاملہ پھر یہیں ختم نہیں ہوتا بلکہ انسانوں پر یہ حقیقت بھی پوری طرح واضح کر دی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس ہی وہ کامل نمونہ ہے جس کی پیروی تمہارے ایمان کی اولین شرط ہے اور جس کی غیر مشروط اطاعت پر تمہاری دنیوی فلاح اور اُخروی نجات کا انحصار ہے :۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ والیوم الاخر و ذکر اللہ کثیرا
تمہارے لیے رسولِ خدا میں ایک اچھا نمونہ ہے اس کے لیے جو امید رکھتا ہے اللہ کی اور یوم آخرت کی اور اور جو اللہ کو بہت زیادہ یاد کرتا ہے۔

اس آیت میں حق تعالیٰ نے زندگی کے ہر ہر مرحلہ میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان اس امر کا متقاضی ہے کہ حضور سرور دو عالم کی بلا چون و چرا پیروی کی جائے۔ چنانچہ قرآنِ حکیم میں بار بار اس کی تاکید کی گئی ہے :۔

من یُطع الرسول فقد اطاع اللہ (النساء)
جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔

انما کان قول المومنین اذ دُعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینھم ان یقولوا سمعنا واطعنا واولئك ھم المفلحون . . . . وان تطیعوہ تھتدوا (النور : ۷)
اہلِ ایمان کا کام تو یہ ہے کہ جب اُن کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تاکہ (رسول) ان کے درمیان فیصلہ کرے تو وہ کہیں کہ ہم نے سُنا اور مان لیا۔ ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں . . . . اور اگر تم اس کی (یعنی رسول کی) اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما (النساء ۹)
پس قسم ہے تیرے پروردگار کی نہیں! وہ ہرگز مومن نہیں جب تک کہ وہ اپنے آپس کے جھگڑے میں تجھ کو فیصلہ کرنے والا نہ بنائیں۔ پھر تو جو کچھ فیصلہ کرے اس سے اپنے دلوں میں کوئی تنگی بھی نہ پائیں بلکہ سر بسر تسلیم کریں۔

وما کان لمومنٍ ولا مومنۃٍ اذا قضی اللہ
کسی مومن یا مومنہ کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ورسولہ امراً ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضلّ ضلالاً مبیناً (احزاب - ۵)

رسول کسی بات کا فیصلہ کر دے تو ان کے لیے اپنے معاملہ میں خود کوئی فیصلہ کرنے کا اختیار باقی رہے اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔

وما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا۔

رسول جو کچھ (حکم) تمہیں دے اُسے تھام لو اور جس سے تمہیں روکے، رُک جاؤ۔

ویقولون اٰمنا باللہ وبالرسول و اطعنا ثم یتولّٰی فریق منھم من بعد ذالک وما اولٰئک بالمؤمنین واذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینھم اذ فریق منھم معرضون (النور - ۷،۴)

اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کی۔ پھر اُن میں سے ایک گروہ اُس کے بعد منہ پھیرتا ہے اور یہ لوگ مومن نہیں ہیں اور جب وہ اللہ اور اُس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں تاکہ وہ (رسول) اُن کے مابین فیصلہ کرے، تو اُس وقت اُن میں سے ایک گروہ روگردانی کرتا ہے۔

حضورؐ نے اس آیت کی اس طرح ترجمانی فرمائی ہے:۔

من اطاع محمداً فقد اطاع اللہ و من عصیٰ محمداً فقد عصیٰ اللہ ومحمد فرق بین الناس

جس نے محمدؐ کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمدؐ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اللہ کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کے درمیان محمدؐ ہی نشانِ امتیاز ہیں۔

ان آیات سے یہ حقیقت خود بخود واضح ہو جاتی ہے کہ حضور سرورِ دوعالم کی مستقل بالذات پیشوائی و رہنمائی تسلیم کرنے پر ہی ایمان کا انحصار ہے۔ اس لحاظ سے ہر دوسرے انسان کی اطاعت سنتِ رسول اللہ کے تحت ہو گی نہ کہ ان سے آزاد ہو کر۔ حضورؐ ہی وہ واحد معیارِ حق ہیں، جو ہر تنقید سے بالاتر ہیں اور اس بنا پر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ہر ایک کو انہی کے معیارِ کامل پر جانچے اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پرکھے اور جو اس معیار کے لحاظ سے جس درجہ میں ہو، اس کو اسی درجہ میں رکھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور خداوند تعالیٰ کے منشا کے آخری نمائندے ہیں۔ انہیں اس بات پر مامور کیا گیا ہے کہ وہ خالق کائنات کی پسند و ناپسند کو قیامت تک دنیا کے لیے واضح فرما دیں، اس کے اوامر و نواہی کی قطعی تعبیر و تفصیل پیش کر دیں اور نمونے دیتے ہوئے اصولوں کو عملی حالات پر منطبق کر کے بتا دیں کہ یہ اُن کی آخری شکل ہے۔

ایمان باللہ کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے لیے ایک خالق، ایک رب، ایک آقا، ایک ہادی اور ایک قانون ساز کا وجود تسلیم کرے، اس کے سامنے جوابدہی اور ذمہ داری کو محسوس کرے اور اس کی پسند کو اختیار کرنے اور اس کی ناپسند سے بچنے کی فکر کرے۔ مگر وہ ذات مقدس، وہ بزرگ و برتر وجود جس کی وجہ سے انسانوں کو یہ سعادت نصیب ہوئی اور جب تک کائنات قائم ہے نصیب ہوتی رہے گی وہ حضور سرور دو عالم کی ذات با برکات ہے۔ لہٰذا اُن پر ایمان لانے اور بلا تامل اطاعت کرنے ہی میں انسان کی راہ نجات ہے۔ صحیح مسلم میں آپ کا وہ خطبہ مذکور ہے جو اس حقیقت کی ترجمانی کرتا ہے۔

اما بعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ	(حمد الٰہی کے بعد) بہترین کلام خدا کا کلام ہے اور بہترین
وخیر الھدی ھدی محمد وشر الامور	طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔ بدترین امور
محدثاتھا وکل بدعۃ ضلالۃ	نئی باتیں ہیں اور ہر نئی بات گمراہی ہے۔

مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے :-

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین	میرا طریقہ اور میرے ہدایت یافتہ جانشینوں کا طریقہ
تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ وایاکم	اختیار کرو، اس کو اچھی طرح پکڑے رہو، اور اس کو دانت
ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ	سے دبائے رکھو، ہاں نئی باتوں سے بچنا، ہر نئی بات
وکل بدعۃ ضلالۃ۔	بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

حضور رسالتمآب کا یہ ارشاد آپ کے خاتم النبیین ہونے کا فطری تقاضا ہے۔ کیونکہ آپ ہی کی ذات سے حکمت ربانی اور معرفت الٰہی کے سارے چشمے پھوٹتے ہیں اور ابد تک طالبان راہ حق کے لیے فیض یابی کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔ اُن کی ذات سے منہ موڑ کر اور ان کے طریقہ کو چھوڑ کر کوئی شخص راہ ہدایت نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پاسکتا تمام اطاعتیں اُن کی اطاعت کے ماتحت اور اُن کی اطاعت سے مشروط ہیں۔ ماں، باپ، استاد، مرشد، حاکم، غرض جو کوئی بھی ہو اس کی اطاعت حضور کی اطاعت کی تابع ہو گی۔ جو اُن کی اطاعت سے آزاد ہے، اُس کی اطاعت سے بندگانِ خدا آزاد ہیں ؎

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی ست

اوپر جو کچھ عرض کیا گیا ہے وہ سب عقیدۂ ختم نبوت کے طبعی اور لازمی مقتضیات ہیں۔ دینِ اسلام میں یہ عقیدہ محض ایک مابعد الطبیعی تصور کی حیثیت سے شامل نہیں بلکہ اسلامی تہذیب و تمدن کی تشکیل میں اُس نے نہایت اہم حصہ ادا کیا ہے۔ علامہ اقبال مرحوم نے اپنی تصنیف "اسلامی الٰہیات کی تشکیلِ جدید" میں اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"اس تصور کی عقلی اہمیت یہ ہے کہ اس سے باطنی تجربے کی نسبت ایک تنقیدی روش پیدا ہو جاتی ہے جو یہ تعلیم دیتی ہے کہ ہر قسم کا شخصی اقتدار جو فوق الفطرت بنیاد پر قائم ہونے کا مدعی ہو تاریخِ انسانی میں ختم ہو گیا ہے۔ اس قسم کا عقیدہ ایک نفسیاتی قوت ہے جو اس طرح کے فوق الفطری اقتدار کی نفی کرتی ہے۔"

مسلمانوں کے تہذیبی ارتقاء میں ایک چیز جو سب سے نمایاں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے باوجود اپنی بے عملی کے قرآن اور سنت کو اپنا آخری راہنما اور ثالث تسلیم کیا اور اس بات کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے کہ اسی کی روشنی میں اپنا زندگی کا سفر جاری رکھیں۔ انہوں نے بلاشبہ قرآن و سنت کے بعض جزوی مسائل میں اختلاف بھی کیا مگر اس بات کو کبھی گوارا نہ کیا کہ ان سے ہٹ کر کسی اور کو حق و باطل کی میزان لیا جائے۔ جو چیز بھی سامنے آئی انہوں نے اُس کا تنقیدی جائزہ لیا اور اسی ایک معیار پر کھوٹے سے کھرے کو الگ کرتے رہے۔

دنیا میں یہ شروع ہی سے ہوتا چلا آرہا ہے کہ انسانوں نے اپنی قوتِ تنقید کا سارا زور خارجی تجربہ پر صرف کیا اور باطنی تجربہ، خواہ کتنا ہی گمراہ کن اور باطل کیوں نہ ہو اس کی زد سے محفوظ رہا۔ اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے انسانوں کے اندر طرح طرح کی گمراہیاں پروان چڑھیں۔ تھیاکریسی کا تصور بھی اسی کا ایک شاخسانہ ہے۔ حضور چونکہ وہ آخری انسان ہیں جنہیں خدا نے نبوت سے سرفراز فرمایا، اس لیے خدا تعالیٰ نے نوع انسانی کو ہر قسم کے فتنے سے محفوظ کرنے کے لیے اپنی کتاب میں اس امر کی صاف طور پر ہدایت فرما دی۔

ولئن اتبعت اھواءھم بعد الذی جاءك من العلم مالك من اللہ من ولی ولا نصیر۔ (البقرہ - ۱۲۰)

اور اگر تم نے اس العلم کے بعد جو تمہارے پاس اللہ کی طرف سے آیا ہے ان کی خواہشوں کی پیروی کی تو اللہ کے مقابل میں تمہارا کوئی کارساز اور مددگار نہ ہو گا۔

ولئن اتبعت اھواءھم من بعد ما جاءك من العلم انك اذاً لمن الظٰلمین (البقرہ - رکوع ۱۷)

اور اگر تم ان کی خواہشوں کی پیروی کرو گے بعد اس کے کہ تمہارے پاس العلم آچکا ہے تو تم اس وقت ظالموں میں سے ہو گے۔

اس بات کی صراحت حضور سرورِ دو عالم نے یوں فرمائی ہے:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ وسنۃ رسولہ (مشکوٰۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں یعنی کتاب اور سنت۔ جب تک ان دونوں پر مضبوطی سے قائم رہو گے اس وقت تک تم گمراہ نہ ہو گے۔

لہٰذا اسلامی تہذیب کی تشکیل اُن معروضی اقدار پر کی گئی ہے جن کو خداوند تعالیٰ نے نبی آخر الزماں کے ذریعہ اہلِ دنیا پر نازل فرمایا اور ان پر یہ فرض عائد کیا کہ وہ ہر تجربہ اور مشاہدہ کو خواہ وہ خارجی ہو یا داخلی انہی ایک معیار پر پرکھ کر دیکھیں۔ اگر وہ اس پر پورا اترتا ہو تو اُسے قبول کریں ورنہ بلغیر تامل کے رد کر دیں۔ ایک مسلمان کو اب اس امر کا پورا یقین ہے کہ کوئی "کلیم" طور کی چوٹی پر جا کر اُسے کسی نئی "الہامی قدر" سے شناسا نہیں کر سکتا بلکہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد اُس کا صرف یہی فرض ہے کہ "فاران کی چوٹیوں" سے پکارنے والے ہادیٔ برحق نے جو کچھ کہا ہے اُس پر بلا تامل عمل کرے۔ اس امر میں امت کے سارے علماء، صلحاؒ اور متکلمین متفق ہیں۔ اس طرزِ عمل نے ملتِ اسلامیہ کے

© rasailojaraid.com

لے شیخ علی بن عثمان ہجویریؒ اپنی تالیف کشف المحجوب میں فرماتے ہیں:۔ (باقی صفحہ ۱۳۸ پر)

© rasailojaraid.com

مختلف عناصر کو باہمی مودت اور اخوت کے ان مضبوط رشتوں میں منسلک کر دیا ہے جو وقتی مفادات، یا اشتراکِ نسل و وطن سے کہیں زیادہ پائیدار ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابق) "ہر کہ خلق را دعوت کند بامرے از حق مرآں را برہانے باید، برہان آں حفظ سنت باشد، چوں از تو ترک فریضہ بینیم و تو خلق را بداں دعوت می کنی ایں کار از دائرۂ اسلام بیروں می باشد۔

جو شخص خلق کے سامنے دعوتِ حق لے کر آنے کا مدعی ہوتا ہے اُسے اپنے دعوے کے ثبوت میں کوئی دلیل بھی لانا چاہیے اور یہ دلیل سنتِ رسول کی پابندی ہے۔ تم دعوتِ حق کے مدعی ہو، مگر جب تم نے ترکِ فریضہ کر دیا تو یہ فعل دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

آنکہ طریقش ترک باشد و خلافِ شریعت چیزے بردست گیرد، و گوید کہ من طریقِ ملامت می سپرم، آں ضلالت واضح باشد و آفت ظاہر و ہوس صادق چنانچہ اندریں زمانہ بسیارے مستند کہ مقصود شاں از ردِ خلق قبولِ ایشاں بود

تو جو کوئی اس طریقِ ترک کو اختیار کرتا ہے اور کسی خلافِ شریعت عمل کو کرکے کہتا ہے کہ میں اصولِ ملامتیہ کی پیروی کر رہا ہوں۔ تو اس کا یہ فعل کھلی ہوئی گمراہی اور واضح معصیت اور تمام تر نفسانیت ہے۔ چنانچہ آج کل بہت سے لوگ ایسے پیدا ہو گئے ہیں کہ ترکِ خلق سے ان کا مقصود مقبولیت کا حصول ہے۔

اسی طرح امام ابوالقاسم قشیری اپنی تصنیف "رسالۃ القشیریہ فی علم التصوف" میں لکھتے ہیں:-

وبناء هذا الامر وملاكه على حفظ آداب الشريعة وصون اليد عن مدها الى الحرام والشبهة وحفظ الحواس عن المحظورات وعد الانفاس مع الله تعالى عن الغفلات

تصوف کی ساری بنیاد اسی پر ہے کہ آدابِ شریعت کی پابندی رہے۔ حرام اور مشتبہ چیزوں سے کنارہ کشی اختیار کی جائے۔ ناجائز اوہام وخیالات سے حواس کو آلودہ نہ کیا جائے اور غفلتوں سے بچ کر اللہ تعالیٰ کی یاد میں وقت گزارا جائے۔

—— شیخ عبدالقادر جیلانی اپنی تصنیف "فتوح الغیب" میں سنت کی پیروی کے متعلق کہتے ہیں:-

اتبعوا ولا تبتدعوا اطیعوا ولا تمرقوا

پیروی (سنت) کرتے رہو اور راہ بدعت نہ اختیار کرو۔

(باقی بر صفحہ آئندہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھر اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ رسالت کے عقیدہ ہی نے مسلمانوں کو ایک الگ امت بنایا ہے۔ وحدتِ فکر اور اشتراکِ عمل بلاشبہ ایک قوم کے مختلف اجزا کو جوڑتے ہیں۔ انہی سے قوم کو ایک زبردست قوتِ رابطہ وضابطہ میسر آتی ہے جو اجسام کے تعدد اور نفوس کے تکثّر کے باوجود لوگوں کو ایک جگہ جمع کرتی ہے مگر جو جذبہ ایک قوم کو دوسری قوم سے الگ ہونے کا شعور دیتا ہے، اُسے ایک علیحدہ امت کی تشکیل پر ابھارتا ہے، اُس کے اندر یہ احساس پیدا کرتا ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابق)

وحدوا ولا تشرکوا — اطاعت کرو، اور دائرۂ اطاعت سے باہر نہ رہو، توحیدِ خداوندی کو مانو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھیراؤ۔

ایک دوسرے مقام پر وہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

اوصیک بتقوی اللہ وطاعۃ ولزوم ظاھر الشرع وسلامۃ الصدر — میں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کا تقویٰ اور اطاعت اختیار کرو، اور احکامِ شریعت کی پابندی لازم رکھو، اور سینہ کو (خباثتِ نفس سے) صاف رکھو۔

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ عوارف المعارف میں اس حقیقت کا یوں اظہار کرتے ہیں:۔

فاوفر الناس حظاً من متابعۃ الرسول اوفرھم حظاً من محبۃ اللہ تعالیٰ — پس جو شخص جتنا زیادہ تبعِ رسولؐ ہے، اسی قدر زیادہ وہ محبتِ الٰہی کا بھی حصہ دار ہے

شیخ عبدالواحد بن زید صوفیہ قدیم کے ایک مسلّم سرخیل ہوئے ہیں۔ ان سے لوگوں نے صوفیاءؒ کی تعریف دریافت کی تو انہوں نے صاف کہا:۔

قال القائمون بعقولھم علی السنۃ والعاکفون علیھا بقلوبھم — جو لوگ سنتِ رسول پر اپنی عقل کو صرف کرتے ہیں اور اپنے قلب سے متوجہ رہتے ہیں۔

ان اقوال کے نقل کرنے سے میرا مقصود بتانا ہے کہ امتِ مسلمہ کا ہر شخص خواہ وہ کسی طبقہ یا گروہ سے تعلق رکھتا ہو، اس کے نزدیک نیکی، فلاح اور خیر کا آخری اور قطعی معیار رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہے، اور اس معیار کی وحدت نے ہی ملتِ بیضا کے مختلف عناصر کو ایک دوسرے کے ساتھ پیوست کر رکھا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ تیرا اپنا ایک مستقل وجود ہے۔ وہ باہمی اشتراک کا نہیں بلکہ دوسروں سے اختلاف کا ہے۔ یہی وہ جذبہ ہے جس کے پروان چڑھنے اور پھلنے پھولنے سے قومیں بنتی ہیں اور امتیں وجود میں آتی ہیں۔ غالباً اسی تصور کی ترجمانی اُس عارفِ ربانی نے کی تھی جب اُس نے بہ بانگِ دہل کہا:۔

"یہ نہ سمجھو کہ میں زمین میں صُلح کرانے آیا ہوں۔ صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں۔ کیونکہ میں اس لیے آیا ہوں کہ آدمی کو اُس کے باپ سے اور بیٹی کو اس کی ماں سے اور بہو کو اس کی ساس سے جُدا کروں" (متی)

اسلام نے نسل، زبان، اور رنگ کی ہم آہنگی سے قوم کے مختلف افراد میں وحدت و اتحاد پیدا کرنے میں مدد نہیں لی۔ بلکہ اس کے برعکس ایمان باللہ اور ایمان بالرسالت سے یہ کام لیا ہے۔ اُس نے مسلمانوں کو ایک الگ امت بناتے وقت وطنیت کی دیواریں حائل کرنے کی بجائے نبوت کی حدبندی کی ہے۔ ملتِ اسلامیہ کی یہ وہ سرحد ہے جس کی حفاظت و پاسبانی امت کے ہر فرد نے کی ہے۔ اسے دنیا کی ہر چیز سے عزیز تر رکھا گیا اور اس کے متعلق مسلمانوں کا احساس اس قدر نازک اور شدید رہا ہے کہ جب کسی "من چلے" نے اس سرحدی دیوار میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کی ہے تو پوری ملت کے اندر ہیجان پیدا ہو گیا۔ علامہ اقبال مرحوم نے اسی بنیادی فکر کی توضیح میں فرمایا ہے:۔

"مسلمانوں اور دنیا کی دوسری قوموں میں اصولی فرق یہ ہے کہ قومیت کا اسلامی تصور دوسری اقوام کے تصور سے بالکل مختلف ہے۔ ہماری قومیت کا اصل اصول نہ اشتراکِ زبان ہے، نہ اشتراکِ وطن۔ نہ اشتراکِ اغراضِ اقتصادی۔ بلکہ ہم لوگ اس برادری میں جو جنابِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمائی تھی اس لیے شریک ہیں کہ مظاہرِ کائنات کے متعلق ہم سب کے معتقدات کا سرچشمہ ایک ہے[۱]"

اپنے اسی خیال کی صراحت اُنہوں نے اپنے ایک بیان میں جو اخبار اسٹیٹسمین (STATES MAN) میں ۱۰ ارجون ۱۹۳۵ء کی اشاعت میں طبع ہوا اس طرح فرمائی:۔

[۱] "ملتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر" ترجمہ از مولانا ظفر علی خاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"اسلام لازماً ایک دینی جماعت ہے جس کے حدود مقرر ہیں یعنی وحدت الوہیت پر ایمان انبیاء پر ایمان اور رسول کریم کی ختم رسالت پر ایمان۔ دراصل یہ آخری یقین ہی وہ حقیقت ہے جو مسلم اور غیر مسلم کے درمیان وجہ امتیاز ہے اور اس امر کے لیے فیصلہ کن ہے کہ کوئی فرد یا گروہ ملت اسلامیہ میں شامل ہے یا نہیں۔ مثلاً برہمو خدا پر یقین رکھتے ہیں اور رسول اکرم کو خدا کا پیغمبر مانتے ہیں۔ لیکن انہیں ملت اسلامیہ میں شمار نہیں کیا جاتا، کیونکہ وہ انبیاء کے ذریعہ وحی کے تسلسل پر ایمان رکھتے ہیں اور رسول کریم کی ختم نبوت کو نہیں مانتے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے کوئی اسلامی فرقہ اس حدِ فاصل کو عبور کرنے کی جسارت نہیں کر سکا۔ ایران میں بہائیوں نے ختم نبوت کے اصول کو صریحاً جھٹلایا لیکن ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا کہ وہ الگ جماعت ہیں اور مسلمانوں میں شامل نہیں ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ اسلام بحیثیت دین کے خدا کی طرف سے ظاہر ہوا لیکن اسلام بحیثیت سوسائٹی یا ملت کے رسولِ کریم کی شخصیت کا رہینِ منت ہے"

اس نقطۂ نظر سے اگر دیکھا جائے گا تو یہ حقیقت از خود منکشف ہو گی کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ اسلام میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انبیاء کے آنے کی گنجائش ہے وہ درحقیقت اسلام کے استحکام پر ضرب لگاتا ہے۔ نبوت کے اجراء کے معنی یہ ہیں کہ اسلام کی جمعیت ہمیشہ پراگندگی اور افتراق کے خطرہ میں مبتلا رہے اور ہر نئے نبی کے آنے پر کفر اور اسلام کی ایک نئی تفریق پیدا ہو جائے۔ اسلام نے دراصل نبوت کا دروازہ بند کر کے ملتِ اسلامیہ کو ایک وحدت اور پائیدار قوت عطا کی ہے۔

آئیے اب اسلام کے اس اساسی تصور پر ایک دوسرے زاویہ سے نگاہ ڈالیں۔ بنی اسرائیل کے نزدیک دنیا صرف بنی اسرائیل سے عبارت ہے۔ خدا صرف بنی اسرائیل کا خدا ہے۔ اس لیے بنی اسرائیل کے انبیاء اور صحیفوں نے اپنے پیغام کو صرف اسی ایک قوم تک محدود رکھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنا پیغام صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو دیا اور غیر اسرائیل کو اپنا پیغام سنا کر "بچوں کی روٹی کتوں کو دینی پسند نہ کی"۔ مگر اس کے برعکس پیغام محمدی دنیا میں خدا کا پہلا اور آخری پیغام ہے جسے کالے، گورے، عرب و عجم، ترک و تاتار، ہندی و چینی، زنگی و فرنگی، امیر و غریب سب کے لیے عام کیا گیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں قرآن ارشاد فرماتا ہے:

تبٰرک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرًا - الذی لہ ملک السمٰوات والارض (الفرقان)

برکت والا ہے وہ خدا جس نے اپنے بندہ پر فیصلہ کرنے والی کتاب نازل کی تاکہ وہ تمام دنیا کو ہوشیار کرنے والا ہو۔ وہ خدا کہ اسی کی ہے سلطنت آسمان و زمین کی۔

قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا ن الذی لہ ملک السمٰوات والارض۔

کہہ دے اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں جس کے لیے آسمانوں اور زمینوں کی سلطنت ہے

وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس بشیرًا و نذیرًا -

ہم نے نہیں بھیجا تم کو اے محمدؐ لیکن تمام انسانوں کے لیے خوشخبری سنانے والا اور ہشیار کرنے والا بنا کر۔

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین

اے محمدؐ! ہم نے تم کو تمام اہل عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

ان آیات سے یہ امر پوری طرح ثابت ہوتا ہے کہ تمام انبیاء میں سے صرف حضور سرور کائنات نے اپنے پیغام کے متعلق دائمی، آخری، کامل اور عالمگیر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے فرمایا "مجھ سے پہلے تمام انبیاء صرف اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجے گئے اور میں تمام قوموں کی طرف بھیجا گیا ہوں"۔ ایسا کیوں ہے؟ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ حضورؐ چونکہ آخری پیغمبر ہیں اس لیے خداوند تعالیٰ نے حضورؐ کو ایسے عالمگیر پیغام سے نوازا جو ساری نوع بشری کے لیے ہے۔ آپؐ کی تعلیم و ہدایت اتنی مکمل اور جامع ہے کہ اب اس میں کسی ترمیم اور اضافہ کی ضرورت نہیں۔ اب کوئی چیز ایسی باقی نہیں رہی جس کا انکشاف انسانیت کے لیے ضروری ہو، اور نہ ہی عمل صالح اور ہدایت کا کوئی گوشہ ایسا رہ گیا ہے جس کو آشکار کرنے کے لیے نوع انسانی کسی نبی کی محتاج ہو۔ اس حقیقت کا متعصب سے متعصب مستشرقین تک نے اعتراف کیا ہے۔ مثال کے طور پر باسورتھ اسمتھ کہتا ہے:

"اسلام میں ہر چیز ممتاز ہے، یہاں دھندلا پن اور راز نہیں۔ ہم تاریخ رکھتے ہیں، ہم محمدؐ..."

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے متعلق اس قدر جانتے ہیں جس قدر لوتھر اور ملٹن کے متعلق۔ میتھالوجی، فرضی افسانے اور مافوق الفطرت واقعات ابتدائی عرب مصنفین میں نہیں ہیں یا اگر ہیں تو وہ آسانی سے تاریخی واقعات سے الگ کیے جا سکتے ہیں۔ کوئی شخص یہاں نہ خود کو دھوکا دے سکتا ہے اور نہ ہی دوسرے کو دے سکتا ہے۔ یہاں پورے دن کی روشنی ہے۔ جو ہر چیز پر پڑ رہی ہے اور ہر ایک تک پہنچ سکتی ہے۔

ے اسلام میں یہ تصور کہ نبی آخر الزمان کی لائی ہوئی کتاب اور آپ کے جملہ آثار رسالت اپنی صحیح شکل میں نہ صرف محفوظ ہیں بلکہ درخشندہ ہیں۔ لہٰذا امتِ مسلمہ کو کسی نئی کتاب یا نبوت کی ضرورت نہیں، اس قدر بنیادی اہمیت کا حامل رہا ہے کہ اس نے مسلمانوں کے فنون تک کو متاثر کیا۔ چنانچہ مسلمانوں کی تعمیر کردہ عمارات میں یہ حقیقت پوری طرح جلوہ گر نظر آتی ہے۔ "انسان اور آدمی" میں پروفیسر عسکری نے اسلامی فنِ تعمیر کی روح کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے :۔

"دوسرے مذہبوں کے معابد پر غور کیجیے تو دیکھیں گے کہ عمارات میں پراسرار ماحول پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہیں بالکل اندھیرا ہے تو کہیں سورج کو رنگے ہوئے شیشوں میں سے گزارا گیا ہے تاکہ دماغ پر ایک مخصوص قسم کی اجنبیت اور ہیبت طاری ہو سکے۔ اسلامی عمارتوں میں اس قسم کی بازی گری مطلق روا نہیں رکھی گئی۔ مسجد کی سب سے عام چیز صحن ہے جس میں زیادہ سے زیادہ روشنی اور ہوا آتی ہے۔ بات یہ ہے کہ خود اسلام کا سارا فلسفہ زندگی میں ابہام پرستی اور رمزیت سے کوسوں دور ہے۔ . . . مسجدوں کے زیر اثر دوسری عمارتوں میں بھی یہ خصوصیت بہت نمایاں نظر آتی ہے . . . اسلامی عمارتوں کے نقشے بڑے سیدھے سادے ہوتے ہیں۔

اسلامی عمارتیں ہندو یا گوتھک عمارتوں کی طرح بھول بھلیاں نہیں ہوتیں۔

ہندو عمارتوں کو دیکھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ بنانے والے کو بیچ میں کوئی بات سوجھ گئی اور وہ کر گزرا۔ مگر اسلامی عمارات ایسی معلوم ہوتی ہیں جیسے ذرا ذرا سی تفصیل پہلے سے سوچی ہوئی ہو۔ اسلامی عمارت ساز وقتی جذبات یا اثرات کی پیروی نہیں کرتا بلکہ ایک عقلی اور قلیدی تفننے کی :

(باقی بر صفحہ آئندہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیغام محمدی کے بارے میں مسلمانوں کے اس طرزِ فکر نے کہ یہ خدا کا وہ آخری الہام ہے جس کی حفاظت کا خود خالق کائنات نے وعدہ فرمایا ہے، اور اس وجہ سے یہ اپنی اصل شکل میں ہمارے پاس موجود ہے، ان کے غور و فکر کے سارے انداز کو بدل دیا ہے۔ مسلمان جب تک خدا اور نبی امی پر ایمان رکھتا ہے کبھی اپنے دل کے اندر یہ ضرورت محسوس نہیں کرتا کہ کوئی "فوق البشر" براہِ راست خدا سے ہم کلام ہو کر اُسے منشاءِ ایزدی سے شناسا کرے۔ وہ جانتا ہے کہ خدا نے اپنی رضا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پوری طرح واضح فرما دی ہے، لہٰذا اسے معلوم کرنے کے لیے کسی معصوم اور ملہم کاہن اعظم کی ضرورت نہیں۔ جو خیمۂ عبادت میں "قدس الاقداس" کے پاس جا کر احکام الٰہی کے اسرار و رموز سے اُسے واقف کرے۔ اُسے علم ہے کہ نبوت کا باب بند ہو جانے کے بعد اُس کے لیے منشاء ربانی کو جاننے کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ وہ خود تفکر و تدبر سے کام لے کر قرآن اور سنت سے اسے معلوم کرنے کی کوشش کرے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک نے بجائے انسان کو یہ تعلیم دینے کے کہ تم اتباعِ نبوی سے نبوت حاصل کرنے کی بیسود کوشش کرو، اُسے یہ سمجھایا ہے کہ تم نبی آخر الزماں کی پیروی اختیار کر کے ایک سچے مسلمان بنو اور اس طرح دنیا اور آخرت میں فائز المرام ہو۔ نبوت اسلامی تعلیمات کی رُو سے اکتسابی نہیں بلکہ خالصتہً وہبی کمال ہے۔ اس لیے کوئی شخص اسے ذاتی سعی و جہد سے حاصل نہیں کر سکتا۔ قرآن پاک نے اپنا سارا زور اس بات پر صرف کیا ہے کہ محمد رسول اللہ کی دعوت کو لوگوں کے ذہن نشین کرایا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت نہایت حکیمانہ انداز میں یوں فرمائی ہے:۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابق) بعض لوگوں کو یہ اقلیدسی زنجیریں نہایت گراں گزرتی ہیں خصوصاً یورپ کی بنجر عقلیت پرستی سے اکتائے ہوئے لوگوں کو۔ مگر وہ نہیں جانتے کہ یہ تعمیر ہمارے بنیادی تصور کے رُخ زیبا کا عکس ہے۔ ایک تو حضورؐ نے دین کو اتنا صاف، بے میل اور غیر مبہم پیش فرمایا کہ اب مسلمانوں کے ذہن کے اندر کوئی ابہام پیدا نہیں ہو سکتا۔ دوسرے انہوں نے امت مسلمہ کو آغاز سے انتہا تک اس کے پروگرام سے واقف کر دیا ہے۔ ایک ان پڑھ سے ان پڑھ مسلمان بھی یہ جانتا ہے کہ اُس کی ذمہ داریاں کہاں سے شروع ہو کر کہاں ختم ہوتی ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان هٰذا القرآن حبل الله، و هو النور المبين و الشفاء النافع وعصمة من تمسك به و نجاة من تبعه

یہی قرآن اللہ کی رسی ہے۔ نور مبین ہے اور شفاءِ نافع ہے۔ یہی اُس کی پناہ ہے جو اس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے اور اس شخص کے لیے وسیلۂ نجات ہے جو اس کی پیروی کرے۔

آپ قرآنِ پاک کا جس قدر مطالعہ کریں گے یہی پائیں گے کہ اس میں انسان کو عقل و فکر، فہم و شعور کی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کی ہدایت کی گئی ہے۔ چنانچہ کلامِ پاک میں بے شمار مقامات ایسے ملتے ہیں جہاں اَفَلَا یَتَفَکَّرُوْنَ، اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ، اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ، اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ۔ لَوْ تَشْعُرُوْنَ۔ اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ کہا گیا ہے۔ اس میں ہر وہ طریقہ استعمال کیا گیا ہے جس سے انسانی عقل حرکت میں آسکے۔ قرآن جب کوئی حجت قائم کرتا ہے تو عقل ہی کی بنا پر کرتا ہے۔ ایک طرف وہ عقل کے فقدان پر اظہارِ غضب کرتا ہے اور دوسری طرف عقل و خرد کے صحیح استعمال پر اظہارِ خوشنودی کرتا ہے۔ اس نے جہاں کہیں دوسری ملتوں اور مذاہب کے پیروؤں اور مادیین و دہریین سے مجادلہ کیا ہے وہاں وہ دلیل و برہان سے ان پر ضرب لگاتا ہے اور تفکر و تدبر کی طرف ہی انہیں دعوت دیتا ہے۔

لهم قلوب لا يفقهون بها و لهم اَعْيُنٌ لا يُبصرون بها و لهم آذان لا يسمعون بها اُولئك كالانعام بل هم اَضَلُّ اولئك هم الغافلون (۷: ۱۷۹)

وہ دل رکھتے ہیں مگر ان سے سوچتے نہیں، وہ آنکھیں رکھتے ہیں مگر اُن سے دیکھتے نہیں، وہ کان رکھتے ہیں مگر اُن سے سنتے نہیں، وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ گمراہ۔ وہ دراصل غافل ہیں۔

انّ فی خلق السموات والارض و اختلاف الليل والنهار والفلك التی تجری فی البحر بما ينفع الناس وما انزل الله من السماء من ماءٍ فاحيا به الارض بعد موتها و بثّ فيها من كل دآبّةٍ و

بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے، اور رات دن کی گردش اور ان کشتیوں میں جو لوگوں کے نفع کی چیزیں لیے ہوئے سمندر میں چلتی ہیں، اور اس پانی میں جسے اللہ آسمان سے نازل کرتا ہے اور جس کے ذریعہ سے مردہ زمین کو پھر سے زندہ کر دیتا ہے اور پھر اس میں ہر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تصریف الریاح والسحاب المسخر بین السماء والارض لایاتٍ لقومٍ یّعقلون۔ (۲ : ۲۰)

قسم کے جانور پھیلا دیتا ہے اور ہواؤں کی گردش اور زمین و آسمان کے درمیان گھرے ہوئے بادلوں میں، اربابِ عقل کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔

افلا ینظرون الی الابل کیف خُلِقت والی السماء کیف رُفعت والی الجبال کیف نُصِبت والی الارض کیف سُطِحت

کیا لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بنایا گیا ہے اور آسمان کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بلند کیا گیا اور پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے نصب کیے گئے ہیں اور زمین کو نہیں دیکھتے کیسے بچھائی گئی ہے۔

وفی انفسکم افلا تبصرون۔ (۵۱:۱)

اور خود تمہارے اندر کیسی نشانیاں ہیں کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔

سنریھم ایاتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتّٰی تبیّن لھم انّہ الحقّ۔ (۴۱ : ۶)

ہم ان کو تمام اطرافِ عالم میں اور خود ان کے اپنے اندر اپنی نشانیاں دکھائیں گے تاکہ ان پر ظاہر ہو جائے کہ یہ قرآن حق ہے۔

یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ اس باب میں جتنی آیات قرآنِ کریم میں آئی ہیں ان سب کو نقل کیا جائے۔ اس لیے ہم نے صرف چند اقتباسات پیش کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ لیکن اگر اس سلسلہ میں مزید تلاش و جستجو کی جائے اور اسی نقطۂ نظر سے دوسرے الہامی ادب کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ بحیثیت مجموعی جس قدر اس کتاب نے لوگوں میں عقل و فکر کو اجاگر کیا ہے اور مسائل پر غور و فکر کرنے کی عادت ڈالی ہے، دنیا کی کوئی دوسری کتاب اس معاملہ میں اس کی ساجھی نہیں ہو سکتی۔ علامہ اقبال نے اسی موضوع کے متعلق فرمایا ہے :۔

"قرآن میں عقل و تجربے سے بار بار خطاب کرنا اور اس بات پر زور دینا کہ فطرت کا مشاہدہ اور تاریخ کا مطالعہ علمِ انسانی کے سرچشمے ہیں یہ سب اسی ایک تصور یعنی ختمِ نبوت کے مختلف پہلو ہیں۔[ف]"

ف THE RECONSTRUCTION OF RELIGIOUS THOUGHT IN ISLAM.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھر عقل کی طرف قرآن کی اس دعوت نے مسلمانوں کے اندر استقرائی طریق تحقیق کو رواج دیا، کیونکہ حضورؐ کے تشریف لے جانے کے بعد مسلمانوں کو قرآن و سنت سے احکام کا استنباط کرنے کے لیے جس خود اعتمادی کی ضرورت ہے اس کے لیے یہ طریقہ بہت مفید اور کارآمد ہو سکتا ہے۔ حقیقت کی کنہ تک پہنچنے کے لیے ظن و تخمین[1] کچھ کام نہیں آتے۔ بلکہ اس کے لیے مشاہدہ، تجربہ اور پیمائش کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر گستاؤلیبان اپنی کتاب "تمدن عرب" میں اس مسئلہ کی نسبت یوں رقم طراز ہیں۔

"تجربہ اور مشاہدہ کو اقوال اساتذہ کے مقابل میں تحقیقات علمی کے اصول قرار دینا عموماً بیکن کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ لیکن اس وقت تسلیم کرنا چاہیے کہ اس کے موجد عرب تھے۔ کل محققین یورپ علی الخصوص ہمبولڈ جنہوں نے عربی تصنیفات کو دیکھا ہے۔ اب اس امر کے قائل ہیں۔ ہمبولڈ یہ لکھنے کے بعد کہ علمی ترقی کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان خود اپنے ارادے سے یعنی بذریعہ تجربہ حوادث طبعیہ کو پیدا کر سکے بطور تمثیل لکھتا ہے "عربوں نے یہ درجہ جس سے متقدمین بالکل ناواقف تھے حاصل کر لیا تھا"۔

موسیو لدی لکھتے ہیں "دارالعلوم بغداد کی تعلیم میں بہت بڑی بات یہ ہے کہ اس کا طرز استدلال بالکل علمی اصول پر مبنی ہے، یعنی معلوم کے ذریعہ غیر معلوم کو دریافت کرنا، حوادث کا درست مشاہدہ کر کے ان معلولات کے ذریعہ سے علل نکالنا اور ان ہی قضایا کو ماننا جو تجربہ سے ثابت ہو چکے ہوں یہ ان اساتذہ کے اصول تحقیق تھے۔ نویں صدی عیسوی کے عربوں کو یہ نتیجہ خیز طریقۂ تحقیق معلوم تھا جو مدت ہائے دراز کے بعد ہمارے حال کے محققین کے ہاتھوں میں بڑی بڑی اکتشافات[2] اور ایجادوں کا آلہ بن گیا"[3]۔

---

[1] ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً۔

[2] اقبال نے کہا ہے کہ سائنس یا حکمت اشیاء فرنگی زاد نہیں بلکہ مسلمان زاد ہے

حکمتِ اشیاء فرنگی زاد نیست — اصل او جز لذت ایجاد نیست

نیک اگر بینی مسلماں زادہ است — ایں گہر از دست ما افتادہ است

ایں پری از شیشۂ اسلاف ماست — باز صیدش کن کہ او از قاف ماست

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مگر اس ضمن میں یہ بات ذہن نشین رہے کہ اسلام نے جس عقل کی طرف دعوت دی ہے وہ دورِ جدید کی بنجر عقلیت پرستی سے بالکل مختلف ہے۔ پھر اس نے جس طرز سے لوگوں کے فہم و شعور کو اُبھارا ہے وہ بھی عہدِ حاضر سے یکسر جداگانہ ہے۔ جدید تمدن کی سب سے بڑی بدنصیبی اور نارسائی یہی ہے کہ اس نے عقل کو بے زمام چھوڑ دیا کہ جدھر چاہے جائے اور جو چاہے کرے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بے راہ روی میں ان گلی کوچوں کی طرف نکل گئی جہاں تک اُس کی رسائی ممکن نہ تھی اور بالآخر اُسے رسوا ہونا پڑا۔ اہلِ یورپ کے پاس چشمِ نگراں تو ہے لیکن ان کی بڑی محرومی یہ ہے کہ اُن کے دلوں کو وحی اور الہام سے منوّر نہیں کیا گیا۔ اور یہ نعمت اتباعِ نبوت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی ؂

دلِ بیدار ندادند بہ دانائے فرنگ
ویں قدر ہست کہ چشمِ نگرانے دارد

اگر اہلِ مغرب تسخیرِ زمان و مکاں کی صلاحیتوں کو احکامِ الٰہی کے تحت بروئے کار لاتے تو انہیں ان مصائب کا سامنا نہ کرنا پڑتا جن میں وہ آج اپنے آپ کو بری طرح گرفتار پاتے ہیں۔ تہذیبِ فرنگ نے انسان کو جس بربادی کی طرف دھکیلا ہے وہ اسی "بے زمام" عقل کی پرستش کا فطری نتیجہ ہے۔

عصرِ حاضر را خرد زنجیرِ پاست
جانِ بے تابے کہ من دارم کجاست

اسی طرح ہدایتِ الٰہی کی راہنمائی کے بغیر استقرائی طریقِ تحقیق بھی اہلِ یورپ کے لیے سخت مہلک ثابت ہوا۔ یورپین تہذیب کی اصل روح ایجاد و تسخیر اور اثباتِ خودی میں مضمر ہے، جس کی بدولت انسان کو کائنات میں ایسے تصرفات حاصل ہوتے جو پہلے کبھی نہ ہوئے تھے اور یہ سب کرشمہ ہے مشاہدہ اور تجربہ کا۔ ان کی بدولت انسان کے اندر تصرف و ایجاد کی بے پناہ قوتیں پیدا ہوئیں اور انہوں نے ایک ایک کر کے ان سب رکاوٹوں کو دُور کر دیا جو انسان کے لیے سنگِ گراں تھیں اور جن کی وجہ سے اشیاء کے باہمی روابط میں ہم آہنگی پیدا نہیں ہو سکتی تھی لیکن جدید یورپین تہذیب کی بڑی کوتاہی یہ ہے کہ روحانی اور اخلاقی اقدار کی پامالی کے باعث اس کا توازن بگڑ گیا۔ اس لیے موجودہ انسان نے مشاہدہ اور تجربہ سے فطرت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور زندگی کے واقعات و حوادث کی صحیح تعبیر کرنے کی بجائے مادیت پرستی کو اپنا شعار بنا لیا۔ وہ مادی زندگی کی لذتوں میں ایسا منہمک ہوگیا کہ ان کے علاوہ وہ کچھ سوچ نہیں پاتا۔ اُسے کبھی اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ آخر عمل کی یہ ساری مجنونانہ تگ و دو کس لیے ہے؛ کیا یہ مقصود بالذات ہے؛ یا کسی بڑے مقصد کے حصول کا ذریعہ۔ یہاں آکر اُس کا ذہن اُلجھ کر رہ جاتا ہے۔ وہ یہی سمجھتا ہے کہ مادی فوائد و لذائذ کا جمع کرنا ہی انسان کا مطمح نظر ہے۔ اس کے برعکس مسلمانوں نے مشاہدہ اور تجربہ سے زندگی کی روحانی اور اخلاقی اقدار کو معلوم کیا۔ انہوں نے مادی زندگی کو ایک بالاتر روحانی زندگی تک پہنچنے کا وسیلہ بنایا۔

اگر تاریخ کی ورق گردانی کی جائے تو معلوم ہوگا کہ عقلیت اور مذہبیت ابتدائے آفرینش سے لے کر ہزاروں سال تک آپس میں برسرِ پیکار رہے کبھی "عقلیت" مذہبیت پر غالب آجاتی اور اسے زندگی کے ہر میدان سے خارج کر دیتی اور کبھی "مذہبیت" عقلیت کو شکستِ فاش دے کر فتح کے شادیانے بجاتی ہے۔ ان دونوں کے درمیان یہ جنگ کئی صدیوں تک جاری رہی۔ البتہ کبھی کبھی خدا کے "پاکباز بندے" درمیان میں آکر ان کے مابین صلح کرا دیتے۔ مگر وہ صلح وقتی اور عارضی ہوتی اور پھر میدان کارزار گرم ہو جاتا۔ حتیٰ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لا کر نہ صرف ان کے درمیان مصالحت کرائی بلکہ عقل کو "تابع فرمانِ نبوت" کر کے اُس کی حدود کار کو بھی ہمیشہ کے لیے متعین کر دیا۔ حضور کا یہ آخری اور قطعی فیصلہ اس وجہ سے بھی تھا کہ آپ نبی ہونے کے علاوہ خاتم المرسلین بھی ہیں۔ (باقی)

ایک ضروری تصحیح

گذشتہ "ترجمان" (ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ) کے بعد رسائل و مسائل میں صفحہ ۴۵ پر ایک سوال کے جواب میں غلطی سے یہ کہہ دیا گیا ہے کہ زکوٰۃ کے مصارف سورۂ کہف میں بیان ہوئے ہیں، حالانکہ یہ مصارف سورۂ توبہ (رکوع ۸) میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس سہو پر دلی افسوس ہے۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ تصحیح فرمالیں۔

(ادارہ)

© rasailojaraid.com